مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی*

توازن اور اعتدال اور ہماری صورتحال

(ایک تجزیہ)

موجودہ دور میں ہم جن حالات سے دوچار ہیں اور جو خرابیاں ہم میں جڑ پکڑ چکی ہیں' ان میں ایک بے اعتدالی بھی ہے۔ اعمال و افعال کے درجات و مراتب سے ناواقفیت' اور اس کے نتیجہ میں غیر اہم امور کو اہم اور اولین مقام دے کر' اہم اور فوری توجہ کے متقاضی امور کو نظر انداز کرنا۔

اعتدال' توازن' ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا' تمام اعمال و احکام اور افعال و اقدار میں اہم کو غیر اہم سے مقدم رکھنا' عقل و شرع دونوں کا تقاضا ہے اور بنیادی طور پر ضروری ہے۔ واقعہ یہ ہیکہ شریعت بندوں کو جن احکام' افعال' اور اقدار کا مکلف اور پابند بناتی ہے' وہ سب مرتبہ میں یکساں نہیں ہیں' بلکہ ان میں شریعت نے تفاوت اور فرق رکھا ہے' کچھ بہت اہم ہیں اور کچھ اہمیت میں کم ہیں' کچھ اصول کا درجہ رکھتے ہیں اور کچھ فروع کا' ان میں فرائض و ارکان کے درجہ کی چیزیں بھی ہیں' تکمیل و تحسین کے درجہ کی چیزیں بھی ہیں' اعلیٰ بھی ہیں اور ادنیٰ بھی۔

خود قرآن و حدیث کے نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ہر حکم عدولی کا درجہ یکساں نہیں رکھا ہے۔ بلکہ ان میں فرق اور تفاوت ہے۔ قرآن میں ایک مقام پر ارشاد ہوا ہے۔ أجعلتم سقاية الحاج وعمارة المسجد الحرام كمن أمن بالله واليوم الآخر وجاهد في سبيل الله' لا يستوون عند الله' والله لا يهدى القوم الظالمين' الذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله باموالهم وانفسهم اعظم درجة عند الله' واولئك هم الفائزون۔ (التوبہ)

''کیا تم لوگوں نے یہ ٹھہرا رکھا ہے کہ حاجیوں کے لئے سبیل لگادینے اور مسجد حرام کو آباد رکھنا اسی درجہ کا کام ہے جیسا اس شخص کا کام جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں' اور اللہ (کا قانون یہ ہے کہ وہ) ظلم کرنے والوں پر (کامیابی کی) راہ نہیں کھولتا' جو لوگ ایمان لائے

* جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد انڈیا

ہجرت کی، اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو یقیناً اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے، اور وہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔"

اس آیت میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ ایمان اور جہاد وہ اعمال ہیں جن کا درجہ مسجد حرام کو آباد کرنے اور حاجیوں کو پانی پلانے سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ ان میں درجات کے اعتبار سے بڑا فرق ہے۔

حدیث میں آیا ہے: الایمان بضع وسبعون شعبة اعلاها لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق (ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں، سب سے افضل شعبہ کلمہ لا الہ الا اللہ (کا اعتراف واقرار) ہے اور سب سے ادنیٰ شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا اور دفع کرنا ہے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایمان کے مختلف شعبوں میں اتحاد مرتبہ نہیں بلکہ تفاوت مراتب ومدارج ہے، صحابہ کرام چونکہ ایمانی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اس لئے وہ یہ جاننے کیلئے بے حد کوشاں رہتے تھے کہ سب سے افضل عمل کون ہے؟ تاکہ اسی پر مداومت کر کے قرب خداوندی کی دولت سے مالا مال ہوں، اسی لئے ذخیرہ احادیث میں بیسوں ایسی حدیثیں ہیں جن میں صحابہ نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا ہے کہ سب سے افضل یا سب سے بہتر یا اللہ کے نزدیک سب سے محبوب اور پیارا عمل کون سا ہے؟ اور جواب میں آپ نے مخاطبین، حالات، مقام وموقع، زمانہ ووقت کے تفاوت کی رعایت فرماتے ہوئے مختلف اعمال کو افضل بتایا، کبھی وقت کے شروع میں نماز کو افضل بتایا، کبھی عمل خیر پر مداومت کو بہتر قرار دیا، کبھی سلام کی ترویج کو افضل فرمایا اور کبھی بھوکے کو کھانا کھلانا سب سے اچھا کام بتایا، کبھی فرمایا کہ سب سے بہتر جہاد ظالم حاکم کے سامنے اعلان حق ہے، کبھی ارشاد ہوا وہ سب سے بہترین صدقہ تندرستی، مال کی محبت، بخل وحرص، اندیشہ فقر وامید مالداری کے زمانے کا صدقہ ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپؐ سے پوچھا کہ "ما الاسلام؟" "اسلام کیا ہے؟" آپ نے فرمایا، ان یسلم الله قلبک، وان یسلم المسلمون من لسانک ویدک، اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ کے سامنے جھک جائے اور مسلمان تیری زبان درازی اور دست درازی سے محفوظ رہیں، اس نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کی کتابوں، فرشتوں، پیغمبروں اور موت کے بعد زندگی پر دل سے یقین کرلو، اس نے سوال کیا: کون سا ایمان افضل ہے، فرمایا: ہجرت، پوچھا: ہجرت کیا ہے: فرمایا: ہجرت یہ ہے کہ تم برائی اور گناہ چھوڑ دو۔ پوچھا: کونسی ہجرت افضل ہے۔ فرمایا: جہاد، پوچھا: جہاد کیا ہے؟ فرمایا: جہاد یہ ہے کہ جب کافر دشمنوں سے سامنا اور مڈبھیڑ ہو جائے تو ان سے لڑائی کرو، پوچھا: کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا: جس میں گھوڑا مار دیا جائے اور مجاہد کا خون بہا دیا جائے (شہید کر دیا جائے) وہی سب سے افضل جہاد ہے (مسند احمد)

اس حدیث سے بہت واضح طور پر اعمال میں تفاوت مراتب ودرجات کا علم ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اعمال صالحہ اخلاق حسنہ اور عبادات میں معیار اور درجہ ومرتبہ کا واضح اور نمایاں فرق ہے جن کی بنیاد پر اہم اور غیر اہم کی تمیز کی جاسکتی ہے' مثلاً حدیث میں آیا ہے' صلاۃ الجماعۃ تفضل صلاۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ' باجماعت نماز تنہا نماز سے ستائیس گناہ زیادہ افضل ہے۔ (متفق علیہ) وہ نماز جن کیلئے مسواک کی جاتی ہے اس نماز سے ستر گنا برتر ہے جن کیلئے مسواک نہیں کی جاتی۔ (شعب الایمان)

روایت میں آتا ہے کہ ایک آدمی کے پاس کل دو درہم تھے اس نے اپنا آدھا مال (ایک درہم) راہ خدا میں صدقہ کردیا' حالانکہ اسے اس درہم کی اشد ضرورت تھی' مگر اپنی ضرورت پر صدقہ کو ترجیح دی۔ اور دوسرے آدمی کے پاس بہت وافر مال تھا' جس میں اس نے ایک لاکھ درہم صدقہ کردیا' اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا سبق درھم مائۃ الف درھم" ایک درہم ایک لاکھ درہم پر (دینے والے کے جذبہ اخلاص وایثار کی وجہ سے) فائق ہوگیا (سنن نسائی) ایک حدیث میں ہے: ایک روز دشمن کی سرحد پر پہرہ داری وحفاظت پورے ماہ کے روزوں اور شب بیداری سے افضل ہے۔" (صحیح مسلم)

دوسری طرف اعمال سئیہ' اخلاق فاسدہ اور شرعی ممنوعات میں بھی درجہ بندی اور تفاوت رتبہ ہے' کبائر (بڑے گناہ) اکبرالکبائر (سب سے بڑے گناہ) صغائر (چھوٹے گناہ) مکروہات مشتبہات' خلاف اولیٰ امور وغیرہ کی تقسیم اس کی واضح دلیل ہے۔ مثال کے طور پر اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: سود کا ایک درہم جسے آدمی کھائے اللہ کی نگاہ میں چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ (مسند احمد)

اس تفصیل سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اعمال میں تفاوت ہے اور ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنا اور مناسب درجہ دینا اہل ایمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

مگر آج امت کی صورتحال یہ ہے کہ مادی' معنوی' فکری' معاشرتی' سماجی' اجتماعی' واقتصادی' سیاسی وتہذیبی ہر میدان میں امت بے اعتدالی اور بے احتیاطی کی شکار ہے اور غیر اہم کو اہم قرار دے رہی ہے' آج اسلامی ممالک میں تعلیم جو کسی بھی قوم کی زندگی کیلئے اساس کا درجہ رکھتی ہے' کے مقابلے میں دوسرے غیر اہم بلکہ ناجائز اور غیر اہم چیزوں مثلاً لہو ولعب' ڈرامہ' تھیٹر' اداکاری' وغیرہ کو اولین مقام دیا جارہا ہے' نوجوانوں میں جسمانی صحت' ورزش وغیرہ' و روحانی وعقلی وشعوری صحت کے مقابلے میں زیادہ ترجیح مل رہی ہے۔

حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ "الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الاوھی القلب۔ (متفق علیہ)

سنو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے' وہ درست تو پورا جسم درست' وہ خراب تو پورا جسم خراب' وہ دل ہے' اس میں جسم

کے مقابلے میں دل پر اولین توجہ دینے اور سب سے اہم سمجھنے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

عوام تو عوام ہیں، دیندار و صاحب علم طبقات میں بھی دور اندیشی، دقت نظر، اور مستقبل بینی کا فقدان ہے، ان میں بھی یہی بے اعتدالی در آئی ہے، جب کہ علم ہی وہ روشنی ہے جو ہر عمل کی نشاندہی کرتی ہے اور شریعت کی نگاہ میں جس عمل کا جو درجہ اور مرتبہ ہے وہ علم ہی سے متعین ہوتا ہے۔ مگر رسوخ علمی اور فقاہت سے محروم افراد اس فرق کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اعتدال کے صراط مستقیم سے نکل کر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ حد درجہ مخلص ہوتے ہیں، بے لوث ہوتے ہیں مگر علمی گہرائی کی کمی کی وجہ سے راجح کو چھوڑ کر مرجوح میں افضل کے بجائے مفضول میں اور ضروری کی بجائے غیر ضروری امور میں اپنی تمام عملی و فکری توانائیاں صرف کرنے لگتے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک عمل ایک وقت یا مقام میں تو فوری اہمیت و توجہ کا مستحق ہوتا ہے مگر دوسرے وقت یا مقام میں وہ اولین توجہ و اہمیت کا مستحق نہیں ہوتا۔ مگر ناواقف افراد اسے ہر وقت اور ہر مقام پر فوری اہمیت و توجہ کا مستحق سمجھتے ہیں۔

کچھ صاحب ثروت وہ ہیں جو تعمیر مسجد کی اہمیت و فضیلت کو سامنے رکھ کر ان محلوں اور علاقوں میں بھی مسجدیں بنوانے لگتے ہیں جہاں پہلے سے کئی مسجدیں موجود ہوتی ہیں، اور کسی نئی مسجد کی تعمیر کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی مگر وہ ایک خطیر رقم فوری ضرورت کے بغیر تعمیر مسجد میں خرچ کر دیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام حالات میں وہ مسجد ویران و بے آباد رہتی ہے، دعوت دین، کفر و الحاد کا مقابلہ اور دوسرے فوری ضرورت کے وہ کام جن کی طرف اولین توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، اسی لئے نظر انداز ہو جاتے ہیں اور اصحاب ثروت ان مدوں میں رقم خرچ کرنے سے کتراتے ہیں۔

ہر سال موسم حج میں نفلی حج کرنے والے افراد اور رمضان میں عمرہ کرنے والوں کا ایک زبردست ہجوم ہوتا ہے، بار بار حج و عمرہ کر چکنے کے بعد بھی دیار حرم کا شوق لوگوں کو لے جاتا ہے، یقیناً حج و عمرہ کی کثرت ایک بڑا نیک کام ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بھی ترغیب دی ہے لیکن اس سے زیادہ اہمیت اور نیکی کے کام بھی ہو سکتے ہیں، یہی رقم اگر مسلمانوں کی فوری ضروریات میں خرچ ہو، اللہ کے دین کی خاطر جانبازی کرنے والوں کا تعاون کیا جائے، الحادی سرگرمیوں کا مقابلہ کیا جائے بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کی جائے، بے سہارا بچیوں کی شادی کا نظم کیا جائے تو بلاشبہ (اکثر لوگوں کے لئے) یہ نفلی حج و عمرہ سے زیادہ اچھا اور فوری توجہ کا محتاج مصرف ہے۔

فقہی نقطۂ نظر سے اس وضاحت کا تجزیہ کرتے ہوئے مشہور عالم ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: یہ رائے فقہی ناحیہ نظر سے بالکل درست ہے، یہ اصولی مسلمہ ضابطہ ہے کہ وہ فرائض جن کی فوری انجام دہی اور ادائیگی ضروری اور مطلوب ہو ان فرائض سے مقدم ہوتے ہیں جن کی ادائیگی میں کچھ تاخیر کی گنجائش نکل سکتی ہو۔ (ملاحظہ ہو "فی فقہ الأولیات لیوسف القرضاوی" ص/۱۶)

اگر نفلی حج و عمرہ ادا کرنے والی یہ اکثریت اپنی رقم نفلی حج و عمرہ میں صرف کرنے کے بجائے ان موقعوں پر

خرچ کرتی جہاں خرچ کرنا فرض وواجب ہے' دنیا کے مختلف خطوں میں مادی ومعنوی تباہی سے دوچار اور دشمنوں کا نشانہ بنے ہوئے مسلمانوں کی عزت وآبرو اور جان کی حفاظت پر یہ رقم صرف ہوتی' تو کتنا کام ہوتا اور دشمن کو اپنی مہم میں کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا؟ مگر افسوس یہ ہے کہ اس پہلو پر توجہ ہی نہیں دی جارہی ہے۔

ایک بے اعتدالی یہ بھی ہے کہ میڈیکل کالجوں' انجینئرنگ کالجوں اور جدید ٹیکنالوجی کے انسٹیٹیوٹس میں تعلیم پانے والے بعض مسلم نوجوان دعوتی جذبے سے سرشار ہوکر دوران طالب علمی ہی کارِ دعوت میں لگ جاتے ہیں' بلاشبہ یہ بہت مبارک کام ہے اور نوجوانوں کا یہ جذبہ بہت قابل قدر وتحسین ہے' مگر بعض اوقات اس کا منفی پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو درمیان سے خیرباد کہہ کر دعوت ہی کے کام میں لگ جاتے ہیں' یہ افسوس ناک بات ہے' مسلم نوجوانوں کی ایک ٹیم کا ہر لائن اور شعبے میں ہونا ضروری ہے بلکہ فرض کفایہ ہے' اگر میڈیکل تعلیم' انجینئرنگ وغیرہ میدان مسلمانوں سے بالکل خالی ہوجائیں تو یہ ہمارا قومی ومذہبی جرم ہوگا' اخلاص نیت کے ساتھ ان میدانوں میں رہ کر خدمت اور مسلمانوں کو فائدہ پہونچانا بہت بڑی عبادت ہے' وہ دین سے الگ دوسری چیز نہیں ہے' اس لئے اس سے تغافل اور اعراض درست نہیں ہوسکتا۔

اگر ہر مسلمان اپنا شعبہ' پیشہ چھوڑ کر صرف ایک ہی طرح کے کام میں لگ جائے تو مسلمانوں کا بھلا کیسے ہوگا؟ صحابہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہر شعبے کے لئے الگ الگ افراد تھے' کسی نے اپنے کام نہیں چھوڑے' ہاں جب جہاد عام کی صدا لگتی تھی اور ایمرجنسی حالات کا اعلان ہوتا تھا تو سب جہاد میں نکل پڑتے تھے' انہیں صحابہ کی پیروی کے ہم بھی مکلف ہیں' اسلام میں دینی ودنیا کی تفریق نہیں ہے' ہر کام دین بن سکتا ہے اگر شرعی حدود میں رہ کر بے لوثی کے ساتھ جذبہ خدمت سے انجام دیا جائے۔

امام غزالیؒ جو اپنے زمانے میں اسرار شرع کے بہت بڑے عالم تھے' انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کی توجہ فقہ وغیرہ کی طرف بہت ہے مگر طب کی طرف بالکل مسلمان متوجہ نہیں ہیں۔ بیماروں کو یہودی وعیسائی طبیب کے علاوہ کوئی مسلمانی طبیب نہیں ملتا' اس صورتحال پر امام غزالی نے نوٹس لیا اور اپنے دور کے مسلمانوں کو طب کی طرف متوجہ کیا اور اس پر ابھارا کہ مسلم طبیبوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے۔

ہمارے موجودہ دور کا المیہ یہ بھی ہے کہ ہم جزئی' فروعی اور غیرضروری مسائل میں الجھ کر اپنی انرجی ضائع کرتے ہیں اور اصولی واساسی مسائل کی طرف سے بے خبر اور لاپرواہ ہیں' گھڑی دائیں ہاتھ میں باندھی جائے یا بائیں ہاتھ میں؟ عورت مسجد میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ پینٹ شرٹ پہنی جاسکتی ہے یا نہیں؟ چمچوں اور کانٹوں کا استعمال جائز ہے یا حرام' اور اس جیسے نہ جانے کتنے جزئی مسائل ہیں جن میں ہم الجھ کر اپنا وقت ضائع کررہے ہیں' اپنی صفوں میں انتشار پیدا کررہے ہیں' دلوں میں کدورتیں بڑھا رہے ہیں' یہ بے مقصد کوششیں

ہیں، اور فضول ولغو مصروفیات ہیں، جن میں پڑ کر ہم اساسیات کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں۔

امت اسلامیہ کی مجموعی صورتحال کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ (۱) یہ امت ان فروض کفایہ کو نظر انداز کر رہی ہے جو مسلمانوں کی اجتماعی قوت و استحکام کے ضامن ہیں، سائنسی و ٹیکنالوجی، صنعت اور میڈیا کے میدانوں میں سبقت اور نمایاں شرکت وہ بنیادی چیز ہے جس سے ہم غافل ہیں، اسی طرح غیر مسلموں میں دعوت اسلام کے فرض کفایہ سے بے اعتنائی عام ہے، جو مخلص اس مہم میں سرگرم ہیں انہیں دوسرے بھائیوں سے کوئی تعاون نہیں مل رہا ہے۔

ظالم اور دین سے منحرف حاکموں کا مقابلہ اور ان کے سامنے اعلان حق اور نفاق و مداہنت سے بچنا یہ وہ فرائض ہیں جن سے امت مجموعی طور پر غفلت برت رہی ہے۔

(۲) بعض وہ چیزیں جو فرض عین کے زمرہ میں آتی ہیں ان سے بھی غفلت ہم میں عام ہے، یا تو ہم سرے سے ان کو ادا نہیں کرتے، یا ادا تو کرتے ہیں مگر ان کا مطلوبہ حق پورا نہیں کرتے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان فرائض میں ہے جسے امت محمدیہ کا شعار قرار دیا گیا ہے، اور قرآن میں نماز و زکوٰۃ کے ساتھ اس کا ذکر آیا ہے اور اسے امت مسلمہ کے خیر امت ہونے کا ایک بنیادی سبب بتایا گیا ہے، اور یہود کو اسی فرض سے تغافل کے جرم میں ملعون قرار دیا گیا اور عذاب میں مبتلا کیا گیا، آج امت کی اکثریت اس سے غافل ہے، کسی منکر کے جواب میں تغیر بالید (زور بازو سے مٹانا) تغیر باللسان (زبان سے منکر پر نکیر کرنا (تغیر بالقلب (دل میں برا سمجھنا اور طاقت ملنے پر منکر مٹانے کا عزم مصمم کرنا) کے تین درجے ہیں، بمشکل آخری درجہ ہم میں پایا جاتا ہے، اور کچھ وہ بے توفیق بھی ہیں جو اس تیسرے درجے سے بھی محروم ہیں اور حدیث کے بموجب رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ان میں نہیں ہے۔

(۳) بعض ارکان و فرائض پر توجہ ہے اور بعض پر توجہ نہیں، اس کی واضح مثال روزہ ہے، رمضان میں روزوں کی پابندی عام طور پر مسلمان کرتے ہیں، مگر سال بھر نمازوں کی پابندی سے غافل رہتے ہیں، حالانکہ نماز بلاشبہ روزہ سے اہم ہے۔ کچھ لوگ نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ نہیں دیتے، حالانکہ قرآن میں دسیوں مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ ذکر آیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا فرمان ہے، أمرنا باقامة الصلاة و ايتاء الزكاة، ومن لم يزك فلا صلاة له (طبرانی) ہمیں نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے، جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز نامعتبر ہے، حضرت صدیق اکبر نے فرمایا، والله لأقاتلن من فرق بين الصلاة و الزكاة (متفق علیہ) بخدا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے، یعنی نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے، جس طرح نماز چھوڑنا جرم ہے، اسی طرح زکوٰۃ نہ دینا جرم ہے۔ اسی لئے صحابہ نے عہد صدیقی میں مانعین زکوٰۃ سے قتال پر اجماع کر لیا تھا۔

(۴) فرائض سے زیادہ نوافل پر توجہ ہوگئی ہے، بہت سے ایسے مسلمان ہیں، جو اجتماعی زندگی کے فرائض کی ادائیگی سے کوتاہ ہیں، والدین کے ساتھ سلوک، اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن معاملہ، کمزوروں پر رحم و کرم،

یتیموں اور فقراء کی مدد' منکر پر نکیر' ظلم کا خاتمہ اور مقابلہ' تجارت میں امانت داری' جھوٹ اور فریب سے بچنا' دوسروں کے حقوق کی ادائیگی یہ سب وہ فرائض ہیں جن سے عام مسلمان غافل ہیں' اوراذ کار' تسبیحات' اوراد' اوراد وظائف جو نفل درجے کی چیزیں ہیں ان پر ان فرائض سے زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

(۵)　　انفرادی عبادتوں پر خوب توجہ اور اجتماعی عبادتوں سے یکسر بے پروائی بھی ہمارا فرض ہے' ہم اپنی حد تک نماز اور ذکر کے خوب پابند ہیں' مگر اجتماعی اور متعدی نفع وافادیت کی حامل عبادتوں مثلاً جہاد' اصلاح معاشرہ' اتحاد کی کوشش' تعاون علی الخیر' دوسروں کو صبر ورحم کی تلقین' عدل کی دعوت ' دوسروں کے حقوق کی پاسداری وغیرہ سے ہم یکسر بے پرواہ ہیں۔

(۶)　　ہم میں بہت سے لوگ حرام کاموں پر نکیر سے زیادہ مکروہات ومشتبہات پر نکیر کررہے ہیں' کبائر سے زیادہ صغائر پر نکیر کررہے ہیں' یہ بھی بے اعتدالی ہے' کبائر ومحرمات پر نکیر پہلے اور زیادہ ہونی چاہیے' صغائر ومکروہات پر بھی نکیر ہو' مگر اسکا درجہ دوسرے نمبر پر آتا ہے' بے ترتیبی سے فائدہ نہیں نقصان ہوتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہم فروع وجزئیات میں لگ اور پھنس کر اصول کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں' حالانکہ یہ ضابطہ ہے کہ جو اصول کو ضائع اور نظر انداز کردیتا ہے وہ منزل مقصود تک رسائی نہیں حاصل کر پاتا' ہم کبیرہ کو صغیرہ' صغیرہ کو کبیرہ' معمولی کو غیر معمولی' غیر معمولی کو معمولی' اول کو آخر' آخر کو اول' اہم کو غیر اہم' غیر اہم کو اہم' اولین درجہ کی چیز کو ثانوی' ثانوی درجہ کی چیز کو اولین سمجھنے' فرض سے زیادہ نفل پر توجہ' کبائر کے ارتکاب اور صغائر سے پرہیز کی سنگین غلطی اور بے اعتدالی میں مبتلا ہیں۔

یہ ہمارے لئے بڑا سنگین خطرہ ہے' آج اس کی شدید ضرورت ہے کہ ہم یہ بے اعتدالی دور کریں' افراط و تفریط سے نکل کر اعتدال وتوازن کو اپنا شعار بنائیں' اعمال وفعال کے مراتب سے واقف ہوں اور ہر چیز کو اس کے مقام مطلوب ومحمود پر رکھ کر عملی اقدام کریں' اسی میں ہماری دینوی اور اخروی صلاح وفلاح مضمر ہے' اور یہی عقل اور شرع دونوں کا تقاضا اور مطالبہ بھی ہے۔

یہ اس موضوع کا سرسری مطالعہ وتجزیہ ہے مزید تفصیل کے شائقین شیخ یوسف قرضاوی کی عربی کتاب "فی فقه الأولیات" کا مطالعہ کرسکتے ہیں' راقم نے اس مضمون کی ترتیب میں اس کتاب سے کافی مدد لی ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

آپ اپنے گرانقدر مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں: editor_alhaq@yahoo.com